بسم اللہ الرحمن الرحیم
احسن الجدال
بجواب
راہ اعتدال
حافظ جلال الدین قاسمی
فاضل دارالعلوم دیوبند ایم اے میسور یونیورسٹی

اَحسنُ الجدال

بجواب

راہِ اعتدال

حافظ جلال الدین قاسمی

فاضل دارالعلوم دیوبند، ایم اے میسور یونیورسٹی

نام کتاب :احسن الجدال بہ جواب راہ اعتدال

مصنف :حافظ جلال الدین قاسمی (فاضل دارالعلوم دیوبند، ایم اے میسور یونیورسٹی)

کتابت :مارک کمپوزنگ سنٹر، حیدرآباد

سنہ اشاعت : مئی/۲۰۰۲ء

تعداد باراول :۱۰۰۰

صفحات :۱۷۶

قیمت :

﴿ملنے کے پتے﴾

۱...... جامع مسجد اہلحدیث، غازی پورہ، ملن چوک، گلبرگہ۔ فون نمبر: ۲۲۱۵۳۰

۲...... مکتبۃ الاسلام، مسلم چوک، گلبرگہ

۳...... مولوی محمد عبدالعزیز صاحب، کتب فروش، مسجد اہلحدیث، فتح دروازہ، حیدرآباد

۴...... دفتر شہری جمعیت اہلحدیث حیدرآباد وسکندرآباد، مسجد اہلحدیث، مونڈھا مارکٹ، سکندرآباد...

۵...

جو شخص کسی ایک معین شخص پر اڑ جائے آنحضرت کے سوا، اور اس کا قول ہی صواب و درست سمجھے اور اسی کی تقلید واجب جانے دوسرے ائمہ کرام کی پیروی نہ کرے ایسا شخص گمراہ اور جاہل ہے بلکہ (اس جمود کے سبب) وہ کافر ہے اس سے توبہ کرائی جائے اگر توبہ کرے تو خیر، ورنہ اس کو قتل کردیا جائے، کیونکہ جس نے آنحضرت کے سوا دوسرے کسی امام و مجتہد معین کی اتباع ضروری سمجھی اور اس کو لوگوں پر واجب قرار دیا تو ایسے شخص نے اپنے امام کو بمنزلہ نبی کے ٹھہرایا، اور یہ کفر ہے۔

(مولانا حیات سندھی)

تحفة الانام فی العمل بحدیث النبی علیه السلام

مطبوعہ دہلی، ص ۱۴

جائے وہ شراب امام ابوحنیفہ کے نزدیک حلال ہے، اس کے پینے والے کو حد نہیں لگائی جائے گی اگر چہ اسے نشہ آ گیا ہو۔

(۹) ۱۔ قدوری — پانچویں صدی میں لکھی گئی۔

۲۔ ھدایہ — چھٹی صدی میں لکھی گئی۔

۳۔ شرح وقایہ — آٹھویں صدی میں لکھی گئی۔

۴۔ کنز الدقائق — آٹھویں صدی میں لکھی گئی۔

۵۔ درمختار — گیارھویں صدی میں لکھی گئی۔

۶۔ فتاوی عالمگیری — گیارہ، بارہ کے درمیان لکھی گئی ہے۔

مذکورہ بالا فقہ کی کتابوں کی ورق گردانی کیجئے، قال اللہ قال الرسول کے بجائے کہیں قال ابوحنیفہؒ، کہیں قال ابویوسفؒ، کہیں قال محمدؒ، کہیں قال زفر جا بجا ملیں گے۔

یہ چند مثالیں مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر پیش کی گئی ہیں، ورنہ بے شمار احادیث ایسی نقل کی جاسکتی ہیں جنھیں جان بوجھ کر مقلدین احناف نے صرف قیاس ورائے کی بناء پر ترک کر دیا ہے۔

اب انصاف پسند قارئین بتائیں کہ خالد سیف اللہ رحمانی کا یہ الزام کہاں تک درست ہے کہ غیر مقلد حضرات کی طرف سے یہ بات مشہور کی جاتی ہے کہ حنفیہ قیاس ورائے کو حدیث پر ترجیح دیتے ہیں، جو لوگ یہ کہتے ہیں وہ درحقیقت انصاف کا خون کرتے ہیں۔

کیا حق بات کا بیان کرنا انصاف کا خون کرنا ہے؟ ---- یاللعجب ----

............/☆☆☆/............

خالد سیف اللہ رحمانی نے صفحہ نمبر ۳۰ پر لکھا ہے کہ: امام مالک نے ابن اسحٰق کو مجروح قرار دیا ہے۔

موصوف یا تو اصول حدیث سے یکسر نابلد ہیں، یا انتہائی شاطر مزاجی کے ذریعہ ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتے ہیں، اور یہ دوسری ہی بات مجھے صحیح معلوم ہوتی ہے، وہ ایک شکار تو یہ کرنا چاہتے ہیں کہ امام صاحب پر جو جرحیں ہوئی ہیں انہیں نا قابل اعتبار باور کراکے ان کی ثقاہت کو ثابت کیا جائے (کہ جرحیں تو سب پر ہوئی ہیں) دوسرا شکار یہ کیا ہے کہ حدیث عبادہ بن صامت جو ترمذی میں ہے، جس میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کیوجہ سے نماز نہ ہونے کی صراحت ہے اسے ضعیف ثابت کرنا۔ کیونکہ اسکی سند میں ابن اسحٰق ہیں۔

﴿ابن اسحٰق پر جرح کی حقیقت﴾

محمد بن اسحٰق بن یسار کو امام مالک نے کذاب ودجال کہا ہے، خالد سیف اللہ رحمانی امام مالک کی اسی جرح کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ حالانکہ علمی دیانت داری کا تقاضہ تھا کہ ان کے متعلق عام ائمہ کی توثیق بھی نقل فرما دیتے، کم از کم ابن ہمام کی "فتح القدیر شرح ہدایہ" تو موصوف کے سامنے رہی ہوگی، مگر برا ہو تقلید کا کہ مولانا پوری بے شرمی کے ساتھ اسے ہڑپ کر گئے۔

امام ابن ہمام نے "فتح القدیر" ج ۱، صفحہ ۳۰۷ پر باب صلوۃ الوتر میں لکھتے ہیں "اما ابن اسحق فثقة ثقة لا شبهة عند نا في ذالك ولا عند محققي المحدثين" ابن اسحٰق ثقہ ہیں ان کے ثقہ ہونے میں ہمارے نزدیک اور محققین محدثین کے نزدیک کوئی شبہ نہیں۔

امام ابن ہمام فتح القدیر، ج ۱ صفحہ ۲۰۰ میں لکھتے ہیں: کہ اس جرح کو اہل علم نے قبول نہیں کیا، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ جبکہ ابن اسحٰق کو شعبہ نے امیر المؤمنین فی الحدیث کہا ہے اور

ثوری، ابن ادریس، حماد وغیرہ اور عبدالوارث ابن مبارک نے ان سے روایت کی ہے اور امام بخاریؒ نے "کتاب القرأة خلف الامام" میں بڑی تفصیل سے ان کے ثقہ ہونے پر بحث کی ہے اور ابن حبان نے "کتاب الثقات" میں ان کا ذکر کیا ہے اور یہ کہ امام مالک نے ان کو ہدیہ بھیجا تھا۔

فتح القدیر کی مذکورہ بالا عبارت سے یہ ثابت ہوا کہ امام مالک کی جو جرح ہے، اہل علم نے اس کو قبول نہیں کیا، نیز ان کا کلام جرح وتعدیل کے باب سے نہیں بلکہ ذاتی اختلاف کی بنا پر تھا، اسی لئے تو اس سے رجوع کرلیا۔

اگر کوئی کہے کہ وہ مدلس تھے تو جواب یہ ہے کہ ابن اسحٰق نے بعض اسانید میں سماع کی تصریح کردی ہے جیسا کہ "جزء القرأة للبخاری" اور سنن دار قطنی وغیرہ میں سند مذکور ہے۔

مدلس جب ثقہ ہو اور سماع کی تصریح کرے تو اسکی حدیث محمول علی السماع اور مقبول ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

تقلید کی اہمیت اور ضرورت

صفحہ ۳۸ سے رحمانی صاحب نے "تقلید ۔۔۔۔۔ حقیقت اور ضرورت" کے عنوان سے بحث چھیڑی ہے اور کئی صفحات اس موضوع پر سیاہ کر ڈالے ہیں۔ صفحہ ۴۰ پر ایک آیت کی تحریف تاویلی دیکھ کر تو کلیجہ کانپ اٹھا، میں نے سوچا کہ اگر رحمانی صاحب نے ایسا جان بوجھ کر کیا ہے تو ان کے یہودی صفت ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور اگر نادانستگی میں ایسا کیا ہے تو اللہ انہیں معاف فرمائے۔

ارشاد ربانی ہے: اولئك الذين هدى الله فبهداهم اقتده (سورہ انعام)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت سے سرفراز فرمایا اس لئے تم بھی ان کے طریقہ پر چلو۔

رحمانی صاحب اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں "تقلید دراصل اسی حکم قرآنی کی تعمیل اور مہتدین کی اقتداء کا نام ہے۔

جب کہ آیت کریمہ کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ یہاں اللہ نے اٹھارہ انبیاء کرام کا ذکر فرما کر آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو ان کی اقتداء کا حکم دیا ہے اگر اقتداء کا معنی تقلید لے لیا جائے پھر کیا کوئی مقلد اس بات کی جرأت کر سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو کسی ایک نبی کا مقلد تصور کرے، جب کہ مقلد جاہل ہوتا ہے! التقليد ليس فى شئى من العلم، تقلید علم کا درجہ نہیں۔ (المستصفی للغزالی)

افسوس صد افسوس ان حضرات پر جو اقتدا کا معنی تقلید لیتے ہیں، اگر اقتدا کو تقلید کے معنی میں لیا جائے تو اس کی زد نبی پاک ﷺ کی مقدس شخصیت پر پڑتی ہے، اقتدا کسی طرح

بھی تقلید کے معنی میں استعمال نہیں ہوسکتا، پھر آگے چل کر رحمانی صاحب نے ابوداؤد، کتاب الاقضیہ کی ایک حدیث نقل کی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن کا قاضی بنا کر روانہ کیا تو پوچھا کہ کوئی مسئلہ پیش آجائے تو کس طرح فیصلہ کروگے عرض کیا، کہ کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا فرمایا اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ہو تو عرض کیا کہ سنت سے فیصلہ کروں گا، آپ نے فرمایا اگر سنت میں بھی نہ ملے تو عرض کیا: اس وقت میں اجتہاد کر کے اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا۔ اور تلاش حق میں کوئی کسر نہ چھوڑوں گا معاذ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرط مسرت سے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا اور فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے رسول کے قاصد کو اس بات کی توفیق دی جس پر اللہ کا رسول راضی ہے۔

صفحہ نمبر ۹۶ پر رحمانی صاحب لکھتے ہیں اسی کا نام تقلید ہے جس طرح کوئی شخص ایسی عینک لگائے جس کا گلاس ہرا ہو تو اسے ہر چیز ہری نظر آئیگی، ایسے ہی موصوف نے تقلید کا چشمہ لگا رکھا ہے، اس لئے انھیں ہر جگہ تقلید ہی نظر آتی ہے۔

رحمانی صاحب! آپ تو شیخ الحدیث ہیں، حدیث پیش کرنے سے پہلے یہ تو دیکھ لیا ہوتا کہ یہ حدیث صحیح بھی ہے یا نہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث نہ روایۃ صحیح ہے نہ درایۃ۔

حدیث معاذ کی سند پر بحث: ”قال الترمذی لانعرفہ الا من ھذا الوجہ ولیس اسنادہ عندی بمتصل“ (ترمذی، ج۱، ص۴۱۳) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ہم اس حدیث کی اور کوئی سند نہیں پہچانتے اور اس کی سند میرے نزدیک متصل نہیں۔

امام جوزقانی فرماتے ہیں ”ھذا حدیث باطل سألت من لقیتہ من اھل العلم بالنقل عنہ فلم اجد لہ طریقا غیر ھذا و الحارث ابن عمر و ھذا مجھول و

اصحاب معاذ من اھل حمص لا یعرفون و مثل ھذا الاسناد لا یعتمد علیہ فی اصل من اصول الشریعۃ (مرقاۃ الصعود حاشیہ ابوداؤد، ج۲، ص۱۴۹)

ترجمہ: یہ حدیث باطل ہے میں جن جن اصحاب حدیث سے ملا ان سے اس کے متعلق دریافت کیا لیکن اس کا کوئی طریق سوائے اس طریق کے نہ مل سکا، اس کی سند میں حارث ابن عمرو مجھول ہے، اور معاذ سے بیان کرنے والے اہل حمص بھی مجھول ہیں اور ایسی سند پر اصول شریعت کے معاملے میں اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

درایۃ بحث: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مسئلے کا حل احادیث میں اس وقت تلاش کرے جب وہ قرآن میں نہ ہو، اور یہ قطعاً صحیح نہیں مثلاً قرآن میں ہے ”واحل لکم ماوراء ذالکم“ اس کے معنی یہ ہوئے کہ پھوپھی، بھتیجی، خالہ، بھانجی ایک ساتھ نکاح میں آسکتی ہیں کیونکہ قرآن میں صرف دو سگی بہنوں کو جمع کرنے سے منع فرمایا گیا ہے، اور پھر کھلی اجازت دے دی گئی جب اس مسئلے کا حل قرآن میں مل گیا تو حدیث کی ضرورت نہ رہی لھذا یہ روایت درایۃ باطل ہے۔

صفحہ ۴۴ پر رحمانی صاحب لکھتے ہیں ”تفسیر قرآن اور احادیث شریفہ کی تدوین وتشریح کا جو کچھ کام ہوا ہے، چند کتابوں کو چھوڑ کر یہ سب مقلدین کا کارنامہ ہے۔

میں پوچھتا ہوں کیا محدثین عظام اور ائمہ کرام مقلد تھے؟ اسماء الرجال کی ورق گردانی کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محدثین کسی کے مقلد نہ تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ محدث بننے کے لئے بہت سے علوم وفنون سے واقف ہونا ضروری ہے اور اصول فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ عالم کسی کا مقلد نہیں ہوتا لیکن طبقات کی کتب پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام محدثین مقلد تھے طبقات والوں نے کسی بڑے سے بڑے محدث کو تقلید کے جال میں قید کرنے سے گریز نہیں کیا

مشترک حصے کے مل جانے کا خوف ہو تو اس کے خاص حصے میں مرد کے خاص حصے کا سرا داخل ہونے سے مرد پر غسل فرض ہو جائیگا اگر وہ مرد بالغ ہے (بہشتی گوہر، غسل کا بیان، مسئلہ ۷)

(۳) اگر کوئی مرد اپنا خاص حصہ کسی عورت یا مرد کی ناف میں داخل کرے اور منی نہ نکلے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا (تبلیغی بہشتی گوہر، جن صورتوں میں غسل فرض نہیں، مسئلہ ۱۰)

(۴) مرد اپنی دبر میں اور عورت اپنی فرج میں مردہ آدمی کا ذکر یا انگلی یا لکڑی داخل کرے تو غسل نہیں (ہدایہ جلد ا ص ۴۷)

قارئین فیصلہ کریں کہ مذکورہ بالا فقہی کتابوں کا انداز بیان کتنا غیر مہذب، ناشائستہ اور بازاری ہے، ایسے انداز بیان کو قرآن وحدیث کے انداز بیان کے مماثل ٹھہرانا یہ مقلدین ہی کی جرأت ہے۔ غور کیجئے! کیا یہ انداز بیان اور اس طرح کے مسائل نوجوانوں کو جنسی بے راہ روی میں مبتلا کرنے میں معاون ومددگار نہ ہونگے؟

............/☆☆☆/............

صفحہ ۸۶ پر رحمانی صاحب نے مندرجہ ذیل عنوان قائم کیا ہے:

امام ابوحنیفہ محدثین اور سلف صالحین کی نظر میں

پھر بخاری شریف کی ایک حدیث جو کتاب التفسیر میں ہے کہ ﴿لوکان الایمان عند الثریا لتناوله رجال من فارس﴾ کے بارے میں فرمایا کہ حافظ جلال الدین سیوطی اور ابن حجر مکی نے اس حدیث کا مصداق امام ابوحنیفہ کو قرار دیا ہے۔

جلال الدین سیوطی پر نواب صدیق حسن خان کی جرح: نواب

صاحب نے صاف طور پر لکھا ہے کہ "سیوطی کی کتابوں کی کوئی بات قابل قبول نہیں الا یہ کہ دوسرے اہل علم کی تحریروں سے اسکی تائید ہو جائے، بدعتیوں اور ہوا پرستوں اور شیعوں کے شور وشر کا اصل سرمایہ، یہ تصانیف سیوطی ہیں، یہ حاطب اللیل (رات کو لکڑیاں چننے والے) ہیں اور غث وثمین جمع کر دیتے تھے، انھیں نقد ونظر سے کوئی سروکار نہ تھا (اتحاف النبلاء، صفحہ ۲۶۲، مقصد دوم)

سیوطی پر سخاوی کی جرح: سیوطی نے ہمارے بہت سے اساتذہ کی کتابیں چپکے سے چرالیں اور انھیں مسخ ومحرف کر کے اپنے نام سے شائع کرا دیں، سیوطی کثرت سے جھوٹ بولتے تھے، امام قسطی نے کہا، سیوطی جھوٹا ہے، ان کے استاذ محلی نے بھی سیوطی کو جھوٹا قرار دیا (الضوء اللامع، صفحہ ۶۵ تا ۷۱)

رہا ابن حجر مکی کا معاملہ جن کی کتاب سے رحمانی صاحب نے عبدالعزیز بن ابی داؤد کا یہ قول " بيننا و بين الناس أبوحنيفة فمن احبه و تولاه علمنا انه من اهل السنة ومن ابغضه علمنا انه من اهل البدعة " اور ابراہیم بن معاویہ کا یہ قول " من تمام السنة حب ابی حنيفه " نقل کیا ہے، اس کتاب کا نام "خیرات الحسان" ہے جو "عقود الجمان" کی تلخیص ہے۔ اس میں مناقب ابوحنیفہ میں وارد شدہ روایات کو انھوں نے کھرے کھوٹے کو واضح کئے بغیر، سندوں کو حذف کر کے جمع کر دیا ہے، ظاہر ہے ایسی کتاب کا پایہ، اعتبار کیا ہو سکتا ہے، اور رحمانی صاحب نے اندھوں کیطرح بلا تحقیق اسی کتاب سے حوالہ نقل کر کے رکھدیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ کسی معتبر کتاب میں صحیح سند سے امام ابوحنیفہ کی توثیق موجود نہیں ہے، تمام قابل ذکر محدثین اور ائمہ جرح وتعدیل نے ان پر جرح ہی کی ہے ۔

امام ابوحنیفہ پر ایوب سختیانی کی تنقید: عن حماد بن زید سمعت السختیانی وقد ذکر عنده ابوحنیفه فقال یریدون لیطفؤا نور الله بافواههم و یابی الله الا ان یتم نوره (تاریخ خطیب، صفحہ ۳۹۷۔ حلیہ الاولیاء، صفحہ ۱۱، ج ۳)

یعنی بقول حماد بن زید امام سختیانی کے پاس امام ابوحنیفہ کا تذکرہ آ گیا تو انھوں نے آیت قرآنی یریدون لیطفؤا نور الله..... کی تلاوت کی، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں۔۔۔ حاصل یہ ہے کہ ایوب سختیانی نے امام ابوحنیفہ کو آیت مذکورہ کا مصداق بتایا یعنی کہ موصوف نے امام ابوحنیفہ پر سخت تنقید و تجریح کی۔

سفیان ثوری کی جرح ابوحنیفہ پر: نا احمد ابن حنبل قال قال عبد الرحمن بن مهدی سالت سفیان عن حدیث عاصم فی المرتده فقال اما من ثقة فلا قال ابن ابی خیثمه (وهو احمد بن زهیر) وکان ابوحنیفة یروی حدیث المرتدة عن عاصم الاحول قال احمد بن زهیر کان ابی یقرأ علینا فی اصل کتابه حدیث اهل الکوفة فاذا مرّ بالاحادیث عن ابی حنیفة لم یقراها علینا (الانتقاء، صفحہ ۱۴۸)

ترجمہ: امام احمد بن ابی خیثمہ نے کہا کہ میرے باپ ابوخیثمہ زہیر بن حرب اپنی اصل کتاب ہم کو پڑھا رہے تھے، جب وہ احادیث ابوحنیفہ سے گزرتے تو انھیں ہمیں پڑھ کر نہیں سناتے تھے۔ اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ سفیان ثوری نے امام ابوحنیفہ کو غیر ثقہ قرار دیا ہے۔

امام بخاری نے تاریخ کبیر صفحہ ۹۱ میں فرمایا کہ "امام ابوحنیفہ کو مسائل و اعتقاد میں ناقص سمجھنے والے حضرات کی تعداد ۶۷ کے قریب ہے"۔ تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ "امام جعفر صادق نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا کہ اس محرم کے حق میں کیا کہتے ہو جو ہرن کا چار دانت توڑ دے؟ ابوحنیفہ نے کہا" اے اولاد رسول مجھے معلوم نہیں، حضرت جعفر صادق نے کہا تم خوب عقل دوڑاتے ہو اور اتنا بھی نہیں جانتے کہ ہرن کے چار دانت نہیں ہوتے، دو دانت ہوتے ہیں۔

امام سفیان بن عیینہ کا ارشاد: "لم یزل امر الناس معتدلا حتّی غیّر ذالك ابو حنیفة "لوگوں کا حال ٹھیک ٹھاک تھا مگر امام ابوحنیفہ نے بگاڑ دیا (خطیب، صفحہ ۳۶۴، ج ۱۳، جامع بیان العلم والاحکام لابن حزم)

امام نسائی کی جرح امام ابوحنیفہ پر: ابوحنیفة لیس بقوی فی الحدیث وهو کثیر الغلط و الخطا و علی قلة روایته (کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی صفحہ ۳۹/۳۵) یعنی امام صاحب حدیث میں قوی نہیں ہیں قلیل الحدیث ہونے کے ساتھ ساتھ موصوف کثیر الغلط والخطا ہیں۔

"لوکان العلم معلقا بالثریا" والی حدیث امام ابوحنیفہ پر اس لئے منطبق نہیں ہوتی کہ موصوف کا نبطی الاصل یا بلی ہونا صحیح ہے، آپ باپ کی طرف سے نبطی الاصل ہیں اور ماں کی طرف سے سندی الاصل ہیں، امام صاحب کے فارسی النسل ہونے والی بات ثابت نہیں بلکہ غیر معتبر طرق سے مروی ہے، تہذیب التہذیب میں بصیغہ تمریض کہا۔ "وقیل انه من ابناء فارس" ایسا کہا گیا ہے امام صاحب فارسی النسل تھے۔

موسیٰ بن ھارون بن اسحٰق نے کہا" وھو من ابناء سبایا الامم امه سندیه و ابوه نبطی" یعنی امام صاحب غلاموں کی اولاد سے ہیں (جامع بیان العلم، ج ۲) اس سے صاف ظاھر ہے کہ آپ فارسی نہیں تھے، بلکہ بابل یا عراق کے اصل باشندہ نبطی تھے۔

امام ترمذی کی نظر میں مذھب حنفی بدعت ہے: امام ترمذی نے اہل الرائے کی بابت امام وکیع کا یہ قول نقل فرمایا ہے" لا تنظروا الی قول اهل الرأی فإن قولهم بدعة" اہل الرای یعنی (امام ابوحنیفہ اوران کی جماعت) کے قول کی طرف نظر بھی مت اٹھاؤ کیونکہ ان کا قول بدعت ہے۔

کتب ستہ میں امام ابوحنیفہ کی کوئی روایت نہیں:

بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، یہ حدیث کی وہ کتابیں ہیں جو اہل علم کے نزدیک انتہائی معتبر تسلیم کی جاتی ہیں، عام طور پر انھیں کتابوں سے حوالے دئے جاتے ہیں لیکن احادیث کی ان معتبر کتابوں کے جلیل القدر محدثین نے امام ابوحنیفہ سے کوئی روایت نہیں لی ہے کیا یہ اس بات کی کھلی ہوئی علامت نہیں کہ امام ابوحنیفہ کتب ستہ کے جلیل القدر محدثین کے نزدیک غیر ثقہ اور نا قابل اعتماد ہیں؟

ابوحنیفہ کی وجہ تسمیہ

ابوحنیفہ کا مطلب حنیفہ کا باپ، حنیفہ آپ کی لڑکی کا نام تھا، جیسا کہ تذکرۃ الاولیاء میں مذکور ہے اسی لئے موصوف ابوحنیفہ (حنیفہ کے باپ) کہلائے۔ آپ کا نام نعمان بن ثابت ہے اگر حنفی اپنے آپ کو نعمانی کہیں تو بات سمجھ میں آنے والی ہے، مگر ایک لڑکی کی طرف

انتساب کر کے اپنے آپ کو حنفی کہنا ہماری سمجھ سے باہر ہے۔

کیا امام ابوحنیفہ تابعی تھے؟

تابعی کی تعریف: جس نے بحالت ایمان کسی صحابی کو دیکھا ہو اور ایمان ہی کی حالت میں اس کی وفات ہوئی ہو۔

امام دارقطنی کے مشہور شاگرد امام حمزہ بن یوسف سہمی متوفی ۴۲۷ھ نے کہا کہ میری موجودگی میں امام دارقطنی سے پوچھا گیا کہ کیا حضرت انس بن مالکؓ سے امام ابوحنیفہ کا سماع ثابت ہے اس کا جواب دارقطنی نے یہ دیا" لا ولا رویته لَمْ یَلْحَقْ ابو حنیفة اَحدا من الصحابة" (خطیب/ص ۲۰۸/ ج ۴) نہیں حضرت انس سے امام صاحب کا سماع ثابت نہیں، بلکہ انہیں امام صاحب کا دیکھنا تک ثابت نہیں، امام صاحب کا کسی بھی صحابی سے لقاء ثابت نہیں (یعنی امام صاحب کسی صحابی کو نہ دیکھ سکے) دارقطنی کا یہ قول خطیب بغدادی نے اور حافظ ابن الجوزی نے" العلل المتناهیة فی الاحادیث الواهیة" کتاب العلم ص ۶۵، ج ۱ میں نقل کیا ہے۔

ساتویں صدی کے مشہور مؤرخ ومحدث ابن خلکان کا بیان ملاحظہ ہو" وَاَدرَكَ أبوحَنِیفَةُ أربَعَةً من الصحابَةِ وَهُم انس بن مالك وعَبد الله بن ابی اوفیٰ و سَهل بن سعد الساعدی و ابوالطفیل عامر ابن واثله و لم یلق احدا منهم و اصحَابهٗ، یقولون لقی جماعة من الصحابة وروی عنهم ولم یثبت ذلك عند اهل النقل (وفیات الاعیان/ ۴۰۶/ ج۵۔ تبصرة الناقد/ ص ۲۱۵۔ تذکرة الراشد/ ص ۲۷۵) امام ابوحنیفہ نے چار صحابہ کا زمانہ پایا ہے

ان میں سے ایک انس بن مالک ہیں دوسرے عبد اللہ بن ابی اوفی ہیں تیسرے سہل بن سعد ہیں چوتھے ابو الطفیل عامر بن واثلۃ ہیں، لیکن ان میں سے کسی سے بھی امام ابوحنیفہ کی ملاقات ثابت نہیں لوگ کہتے ہیں کہ امام صاحب نے صحابہ کی ایک جماعت سے ملاقات کی ہے، لیکن یہ بات اہل نقل کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔

”وقال الامام محمد بن نصر المروزی فی قیام اللیل :سمعت اسحق بن ابراهيم يقول :قال ابن المبارك :كان ابوحنيفة يتيما فی الحديث“
ابن مبارک نے کہا امام ابوحنیفہ حدیث میں یتیم تھے۔

حدثنی علی بن سعيد النسوی قال : سمعت احمد ابن حنبل يقول : هولاء اصحاب ابی حنيفة ليس لهم بصر بشی من الحديث ما هو الا الجرأة امام احمد ابن حنبل نے کہا کہ یہ ابوحنیفہ کے اصحاب ہیں ان کو علم حدیث میں کچھ بصیرت نہیں صرف جرأت ہی جرأت ہے۔

قال الدار قطنی هكذا رواه ابو حنيفة ووهم فی موضعين (دار قطنی) دار قطنی نے کہا: اسی طرح اس کو ابوحنیفہ نے روایت کیا ہے اور ان سے دو جگہوں پر وہم ہوا ہے۔ ایک تو عبید اللہ بن ابی یزید کہا، حالانکہ وہ ابن ابی القداح ہے اور دوسرے اس حدیث کو مرفوع کہا جبکہ یہ حدیث موقوف ہے. ذكر ابن القطان حديث ابی حنيفة من محمد بن الحسن عنه وقال: علته ضعف ابی حنيفة ووهم فی قوله عبد الله بن ابی زياد ابن قطان نے حدیث ابوحنیفہ بروایت محمد ابن حسن کا ذکر کیا اور فرمایا: اس کی علت ابوحنیفہ کا ضعیف ہونا ہے اور عبید اللہ ابن ابی زیاد کا نام بتانے اور اس

حدیث کو مرفوع کہنے میں وہم کیا ہے۔

امام مالک نے فرمایا جسے دار قطنی نے متصلاً روایت کیا ہے ”ثنا اسحق بن سليمان الرازی قال: قلت لمالك بن انس : يا ابا عبد الله كم وزن صاع النبی ﷺ قال خمسة ارطال و ثلث بالعراق انا خزرته قلت يا ابا عبد الله خالفت شيخ القوم قال : من هو ؟ قلت : ابو حنيفة ، يقول ثمانية ارطال فغضب غضبا شديدا وقال : قاتله الله ما اجرأه على الله ثم قال لبعض جلسائه يا فلان هات صاع جدك و يا فلان هات صاع عمك ويا فلان هات ....الخ“ اسحق ابن سلیمان رازی کہتے ہیں میں نے امام مالک سے پوچھا: اے ابو عبد اللہ نبی پاک ﷺ کے صاع کا وزن کیا تھا؟ کہا پانچ رطل، میں نے کہا: ابوحنیفہ تو آٹھ رطل کہتے ہیں، تو امام مالک سخت غضبناک ہوئے اور کہا: اس کا برا ہو، وہ اللہ پر کتنا جری ہے، پھر اپنے ایک ہم نشین سے کہا: اے فلاں اپنے دادا کا صاع لا، اور ایک سے کہا اے فلاں اپنے چچا کا صاع لا، اور ایک سے کہا اے فلاں۔۔۔

☆☆☆☆☆

امام ابوحنیفہ پر جرح کرنے والے بعض محدثین

امام ابراہیم نخعی کے اصول وضابطہ کے مطابق امام صاحب قابل ترک تھے۔

ا۔امام شعبی کی نگاہ میں امام صاحب قابل ترک تھے۔

حماد ابن ابی سلیمان نے اپنے شاگردوں کو امام صاحب سے ترک تعلق کا حکم دیا تھا۔

امام شعبہ نے امام صاحب پر جرح کی ہے۔

امام جعفر صادق نے امام صاحب پر ردوقدح کی ہے۔

مسعر ابن کدام نے امام صاحب کو غیر ثقہ کہا ہے۔

قاضی شریک اور رقبہ ابن مصقلہ نے بھی امام صاحب کو غیر ثقہ کہا ہے۔

عبداللہ ابن ادریس نے امام صاحب پر سخت جرح کی ہے۔

امام اسود ابن سالم نے امام صاحب کو مجروح قرار دیا ہے۔

امام اوزاعی نے امام صاحب پر سخت جرح کی ہے۔

واقدی نے امام صاحب کو ضعیف قرار دیا ہے۔

نیز مندرجہ ذیل ائمہ حدیث جیسے ابن مہدی، یحیی ابن قطان، محمد ابن عبدالوہاب قتاد ، حماد ابن سلمہ، امام یوسف ابن اسباط، قاضی سوار ابن عبداللہ عنبری، عبداللہ ابن عون، محمد ابن فلیح، یحیی ابن حمزہ، سعید ابن عبدالعزیز تنوخی، حارث ابن عمیر، ابواسحٰق فزاری، ابوبکر عیاش، حجاج ابن ارطاط، مزاحم ابن زفر، ابراہیم ابن طہمان، عبدالرحمن ابن ابی لیلی، امام اعمش، عثمان ابن سلم بتی، روبہ ابن عجاج، نضر ابن شمیل، حسن ابن صالح ھمدانی، امام وکیع ابن جراح، حفص ابن غیاث، محمد ابن جابر یمامی، یہ سارے ائمہ حدیث امام ابوحنیفہ کی تجریح پر متفق ہیں۔

ابونعیم فضل ابن دکین نے یہاں تک کہ دیا کہ: مشرق اور مغرب میں جس آدمی کے اندر بھی قابل ذکر کوئی چیز ہے وہ ضرور امام ابوحنیفہ کو مطعون ومجروح قرار دیتا ہے۔

ذھبی نے میزان میں کہا" امام اهل الرأی ضعفه النسائی من جهة حفظه و ابن عدی و آخرون "یعنی امام ابوحنیفہ اھل الرائی کے امام ہیں ان کو نسائی نے حافظ کی وجہ سے ضعیف کہا ہے اور ابن عدی اور دوسروں نے بھی۔

خطیب بغدادی نے اسماعیل ابن حماد کے ترجمہ میں فرمایا" اسماعیل ابن حماد بن نعمان ابن ثابت الکوفی عن ابیہ عن جدہ قال ابن عدی ثلاثھم ضعفا" یعنی اسماعیل ابن حماد ابن نعمان ابن ثابت کوفی اپنے باپ سے اور اس کے دادا سے روایت کرتا ہے۔ اور یہ تینوں (۱) اسماعیل (۲) حماد (۳) ابوحنیفہ ضعیف ہیں۔

ابوحفص عمرو ابن علی نے فرمایا: ابو حنیفة لیس بحافظ الحدیث ، ذاهب الحدیث ، مضطرب الحدیث "ابوحنیفہ حافظ الحدیث نہیں بلکہ ذاھب الحدیث اور مضطرب الحدیث ہیں۔

ابوبکر ابن ابوداود نے فرمایا: جمیع ما روی ابو حنیفة الحدیث مائه و خمسون أخطأ أو قال غلط فی نصفها "ابوحنیفہ کی تمام روایتیں ایک سو پچاس ہیں جن میں سے آدھی غلط ہیں۔

ابن خلدون لکھتے ہیں:" واعلم ایضا أن الائمة الجتهدین تفاوتوا فی الاکثار من هذه الصناعة و الاقلال فأبو حنیفة یقال: بلغت روایته الی سبعة عشر حدیثا و نحوها "یہ بھی جان لے کہ ائمہ مجتھدین حدیث کے کم وبیش روایت کرنے میں متفاوت ہیں امام ابوحنیفہ کی نسبت کہا گیا ہے کہ ان کی روایات سترہ یا اس سے کچھ کم وبیش ہیں۔

رحمانی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۸ پر لکھا ہے "بعض ناواقف خدا ناترس کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کو ۱۶ ایا ۱۷ حدیثیں یاد تھیں۔

میں پوچھتا ہوں مذکورہ بالا جلیل القدر محدثین اور ائمہ عظام جنہوں نے امام ابوحنیفہ پر جرحیں کی ہیں یا یہ لکھا ہے کہ وہ قلیل الروایہ تھے، کیا سب کے سب ناواقف اور خدا ناترس تھے؟

حدیث کی صحت وضعف کا معیار

حدیث کی صحت وضعف، حجیت وعدم حجیت کا معیار محدثین کا اصول ہیں جو واقعات پر مبنی ہیں، خاص کر وہ محدثین جن کا زمانہ قرب کا ہے، جیسے اصحاب ستہ اور امام احمد، امام مالک، امام شافعی، اسحٰق ابن راھویہ، امام علی ابن مدینی، یحیٰی بن سعید القطان وغیرہ، ان کے اصول، اصل اصول ہیں، انہیں کے اصولوں سے احادیث کی صحت ضعف، حجیت وعدم حجیت کی جانچ پڑتال ہوگی، اور ان کا احادیث کی صحت وضعف پر حکم لگانا سب پر مقدم ہوگا بلکہ مقدمہ ابن صلاح میں تو لکھا ہے کہ صحت وضعف کا حکم انہیں ائمہ حدیث کا معتبر ہے۔

اگر اصحاب ستہ کا کسی حدیث کے صحت وضعف میں اختلاف ہو جائے تو وہاں فیصلے کی یہی صورت ہے کہ جرح، تعدیل پر مقدم ہے ۔ کے اصول پر فیصلہ ہی وہ راستہ ہے جو افراط وتفریط سے خالی ہے، شرح نخبہ میں ہے" الجرح مقدم علی التعدیل ان صدر مبینا من عارف باسبابه "یعنی جرح، تعدیل پر مقدم ہے بشرطیکہ اس کی وجہ بیان کی جائے، اور جرح کرنے والا اس میں پورا ماہر ہو، جب پوری مہارت شرط ہوئی تو جو جتنا ماہر ہوگا اتنا ہی اس کا قول زیادہ قابل قبول ہوگا خواہ وہ اصحاب ستہ سے نہ ہو جیسے امام احمد، علی ابن مدینی، یحیٰی ابن سعید قطان اور ان کے مثل ...... یہ اصحاب ستہ تو نہیں مگر اصحاب ستہ خود ان کے قول پر اعتماد کرتے ہیں اور انہیں کے خوشہ چیں ہیں ...... صرف امام بخاری ان کی صف میں کھڑے ہو سکتے ہیں باقی سب ان سے نیچے ہیں۔

جہاں تک اہل علم کے آپسی جرح وتعدیل کا معاملہ ہے یہ کوئی بچوں کا کھیل نہیں جب

مرضی ہو بنالو اور قبول کرلو، اس کے اصول وضوابط کے سمجھنے میں بڑی دقت، باریک بینی اور علم چاہیے۔

ائمہ جرح وتعدیل انسان تھے خوشی وغمی، غضب وملال سب ان کو لاحق ہوتا تھا، جس کا اثر کہیں کہیں جرح وتعدیل کے کلمات پر پڑا ہے بعض جرحیں ان سے ایسی صادر ہوئی ہیں جن کا اعتبار اہل علم نے نہیں کیا ہے، کیونکہ یہ جرحیں حالت غضب میں ردعمل کے طور پر صادر ہوئی تھیں نہ کہ کسی پر حکم لگانے کے لئے، اسی لئے اہل علم نے فوراً اسی وقت اس کی تردید کردی اور قبول نہ کیا، ایسے ہی بہت سی جرحیں بطور مذاق صادر ہوئی ہیں حکم لگانا مقصد نہ تھا، بعض جرحیں نقطہ نگاہ کے فرق کی وجہ سے ہوئی ہیں لھذا ایسی صورت میں اسباب جرح کا دیکھنا ضروری ہوتا ہے، اس کے علاوہ راویوں کے اسماء میں اس قدر مشابہت ہوتی ہے کہ کبھی کبھی سمجھنے میں غلطی بھی ہو جاتی تھی، مثلاً ایک شخص کسی کا نام لے کر جرح کرتا ہے اس سے مراد کوئی خاص فرد ہوتا ہے جب کہ سامع اس کو دوسرے فرد پر محمول کر لیتا ہے، بڑے بڑے اہل علم کی جرح جو ایک دوسرے پر ہے، اس میں کچھ اسی طرح کی چیزیں ہیں، مثلاً ....

امام ابن ابی ذئب کی جرح امام مالک پر:

ابن ابی ذئب نے جب امام مالک کے اس قول کو سنا کہ بیع وشرا کرنے والوں کو اختیار نہیں، جب کہ ایک حدیث اس طرح سے وارد ہے "البیعان بالخیار" اس سے ابن ابی ذئب نے یہ سمجھ لیا کہ امام مالک اس حدیث کے منکر ہیں، امام مالک کے تعلق سے انکار حدیث کا شبہ جب ان کے دل میں پیدا ہوا تو انہوں نے اس کا اظہار غم وغصے کی وجہ سے امام مالک پر کردیا۔

اسی طرح ....

یحیی ابن معین کی جرح امام شافعی پر:

یحیی ابن معین نے امام معروف محمد ابن ادریس الشافعی پر جرح نہیں کی ہے، بلکہ اس سے مراد ابراہیم اشافعی ہیں جسے رحمانی صاحب نے اپنی بلادت ذہنی سے محمد ابن ادریس اشافعی سمجھ لیا۔

اسی طرح ......علامہ ابن حزم :مغرب کے رہنے والے اور امام ترمذی اور نسائی شمال کے رہنے والے تھے، ان دونوں میں کافی فاصلہ تھا اسی لئے امام ترمذی ونسائی کی کتابیں مغرب میں ابن حزم کی زندگی میں نہیں پہنچ سکیں، اور نہ ہی انہوں نے ان کے بارے میں کچھ سنا، تو انہوں نے ان پر مجہول ہونے کا حکم لگا دیا۔

امام ذہلی کی امام بخاری پر جرح کی نوعیت

امام محمد بن یحیی الذہلی ''نیشاپور میں اس پائے کے شخص تھے کہ امام مسلم کے استاذ، اور نیشاپور کے مسلم محدث مانے جاتے تھے، یہ امام صاحب کے ہمعصر، اور ہم سبق ہیں، حافظ ابن حجر ان کی نسبت لکھتے ہیں'' الطبقة الرابعة۔ رفقائه فی الطلب ومن سمع قبله قليلا كمحمد بن يحيى الذهلي '' ایک روز امام ذہلی نے اپنی درس گاہ میں پکار دیا کہ ہم کل امام بخاری کی ملاقات کو جائیں گے جس کا جی چاہے ہمارے ساتھ چلے، ساتھ ہی امام ذہلی کو یہ خیال ہوا کہ امام بخاری کی بدولت میری درس گاہ میں جو بے رونقی چھا گئی ہے اس کا اثر میرے طلبہ پر بھی پڑا ہے، اس لئے میرے ساتھیوں میں سے کوئی طالب علم کہیں ایسی بات نہ پوچھ بیٹھے جس کی بدولت مجھ میں اور محمد بن اسماعیل میں رنجش ہو جائے اور غیر اقوام کو اہل سنت

کے اختلاف پر ہنسی اڑانے کا موقع ہاتھ آجائے اس لئے اپنے ہمراہیوں کو تاکید کر دی کہ امام بخاری سے اختلافی مسائل کے متعلق کوئی سوال نہ کیا جائے۔

دوسرے دن امام ذہلی اپنی جماعت کے ساتھ امام صاحب کے یہاں پہنچے۔ اتفاق سے وہی صورت پیش آ گئی جس کا انھیں خوف تھا، ایک شخص نے اٹھ کر امام صاحب سے سوال کیا کہ یا اباعبداللہ! قرآن کے جو الفاظ ہماری زبان سے نکلتے ہیں، کیا وہ مخلوق ہیں؟ سوال کے اصلی الفاظ یہ تھے''لفظی بالقرآن مخلوق '' امام صاحب ساکت رہے پھر اس شخص نے دوبارہ سوال کیا ، امام صاحب نے پھر سکوت کیا، تیسری بار مجبور ہو کر جواب دیا'' القرآن كلام الله غير مخلوق، ولفظي بالقرآن الفاظنا و الفاظنا من افعالنا و افعالنا مخلوقة '' قرآن کلام الٰہی غیر مخلوق ہے، لیکن جو الفاظ ہماری زبان سے نکلتے ہیں وہ ہمارے الفاظ ہیں، اور ہمارے الفاظ (ہماری زبان کی ایک حرکت ہے اس لئے) ہمارا ایک فعل ہے، اور ہمارے افعال مخلوق ہیں۔

امام بخاری نے ان مختصر لفظوں میں درحقیقت اس بحث کا فیصلہ کر دیا تھا، ظاہر ہے اگر قرآن کا مفہوم نفس کلام ہے، تو کلام خدا کی ایک صفت ہے اور خدا کی صفت کیونکر مخلوق ہو سکتی ہے؟ اور اگر وہ الفاظ مراد ہیں جو ہماری حادث زبانوں سے نکلتے ہیں تو وہ چونکہ مخلوق کا ایک فعل ہے، لھذا ان کے مخلوق ہونے میں کلام نہیں۔

لیکن اس دقیق جواب کو عوام نہ سمجھ سکے۔ اس لئے اس واقعہ کو اس قدر بڑھایا اور شہرت دی کہ امام صاحب کی ہردلعزیزی میں فرق آ گیا اور امام ذہلی کا کد اور بھی آگ میں روغن کا کام دے گیا، امام ذہلی کو اس مسئلہ میں انتہا درجہ کا افراط تھا، وہ قائل تھے کہ جو شخص''

لفظی بالقرآن غیر مخلوق ،کا قائل نہیں وہ اور اس کے ملنے والے قابل ملاقات نہیں، جو لوگ دقیقہ سنج تھے وہ اس جواب کی تہہ کو پہنچ گئے اور پیشتر سے زیادہ امام المحدثین کی وقعت کرنے لگے، چنانچہ جب امام مسلم کو معلوم ہوا کہ امام ذہلی بھی اس جواب کی بدولت امام صاحب کے مخالف ہوگئے ہیں اور انھوں نے اپنی مجلس میں منادی کرادی ہے کہ جو شخص "لفظی بالقرآن مخلوق" کا قائل ہو وہ ہماری مجلس میں شریک نہ ہو، تو امام مسلم سخت برآشفتہ ہوئے اور وہ تمام نوشتے اونٹوں پر لدواکر واپس کروئے جن میں امام ذہلی کی تقریریں قلم بند کی تھیں۔ امام مسلم کے سوا تمام شہر امام صاحب سے الگ ہو گیا۔

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں لوگوں نے آکر عرض کی کہ آپ اس قول سے رجوع کیجئے (تمام شہر آپ کا مخالف ہے) امام صاحب نے فرمایا۔ بھلا مجھ سے ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی چیز مجھے اپنے قول سے پھیر سکتی ہے تو وہ دلیل ہی ہے، امام صاحب کے اس استقلال اور ثابت قدمی پر لوگ مایوس واپس ہوئے۔

امام کرابیسی کی امام احمد بن حنبل پر جرح کی نوعیت

حافظ ابن عبد البر نے "الانتقاء" صفحہ ۱۰۶، پر کرابیسی کی سوانح حیات میں ان کے علم و اتقان اور تصنیفات کی بڑی تعریف کرنے کے بعد لکھا ہے کہ کرابیسی اور امام احمد بن حنبل کے درمیان بڑی گہری دوستی تھی لیکن جب امام احمد بن حنبل نے قرآن کے بارے میں ان کی مخالفت کی تو یہ دوستی دشمنی میں بدل گئی۔

ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے اوپر طعن کرتا تھا، امام احمد بن حنبل کہتے تھے **من قال القرآن مخلوق فھو جھمی** جو کہے کہ قرآن مخلوق ہے وہ جہمی ہے اور جو کہے

کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور یہ نہ کہے کہ وہ غیر مخلوق اور لا مخلوق ہے تو وہ واقفی ہے، اور جو کہے کہ "لفظی بالقرآن مخلوق" تو وہ بدعتی ہے۔

اور کرابیسی کہتے تھے کہ وہ قرآن جسے اللہ نے تکلم کیا ہے وہ اسکی ایک صفت ہے اسے مخلوق کہنا جائز نہیں اور تلاوت کرنے والے کی تلاوت، اور قرآن کے ساتھ اسکا کلام اس کا کسب اور فعل ہے اور یہ مخلوق ہے، کیونکہ کلام اللہ کی حکایت ہے نہ کہ وہ قرآن ہے جسے اللہ نے تکلم کیا، اس میں کوئی شک نہیں کہ کرابیسی نے مسئلہ تلفظ کے بارے میں جو لکھا کہ وہ مخلوق ہے حق ہے مگر امام احمد نے اس کا انکار اسوجہ سے کیا تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس سے قرآن ہی کے مخلوق کہنے کی راہ کھل جائے۔

اس علمی بحث میں جو نوک جھونک کرابیسی اور امام احمد بن حنبل کے درمیان ہوئی اس کے بارے میں خالد سیف اللہ رحمانی کا یہ کہنا کہ کرابیسی نے امام احمد پر جرح کی ہے بھولے بھالے مسلمانوں کو مغالطہ دینا ہے۔

کاش رحمانی صاحب تاریخ بغداد، ۶۴/۸، دیکھ لیتے تو وہاں یہ لکھا ہوا پاتے" ولما بلغ یحیی بن معین ، انه یتکلم فی احمد قال : ما احوجه الی ان یضرب و شتمه " کہ جب امام جرح وتعدیل حضرت یحییٰ بن معین تک یہ بات پہنچی کہ امام کرابیسی، امام احمد بن حنبل پر کلام کرتا ہے تو فرمایا کہ ایسے آدمی کو خوب پیٹا جائے، اور کرابیسی کو بہت الٹا سیدھا کہا" قال الازدی ساقط لا یرجع الی قوله...... وقال الخطیب حدیث یعز جدا ، لان احمد ابن حنبل کان یتکلم فیه بسبب مسئلة التلفظ وهو ایضا کان یتکلم فی احمد فتجنب الناس الاخذ عنه ولما بلغ یحیی بن معین انه یتکلم فی احمد لعنه

وقال : ما احوجه الی ان یضرب ''ازدی نے کہا: کرابیسی ساقط الحدیث ہے اس کی بات کا کوئی اعتبار نہیں امام احمد نے اس پر کلام کیا ہے، ابن معین نے لعنت کی ہے،

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ''قال مسلمة ابن قاسم فی الصلة کان الکرابیسی غیر ثقة فی الروایة وکان یقول بخلق القرآن وکان مذهبه فی ذلك مذهب اللفظية وکان یتفقه للشافعی ''یعنی مسلمہ نے اپنی کتاب ''الصلۃ'' میں کہا ہے کہ حسین بن علی الکرابیسی روایت حدیث میں ثقہ نہ تھے، وہ خلق قرآن تھے،

کرابیسی ائمہ جرح وتعدیل میں سے نہیں ہیں جن کا قول قابل اعتماد ہو، حافظ ذہبی نے ''فیمن یعتمد قوله فی الجرح و التعدیل'' میں بھی ان کا ذکر نہیں کیا، کرابیسی کی ایک کتاب ''ادب القضاء'' نامی ہے جو بالکل غیر معتبر ہے۔

.... ☆☆☆☆☆ ....

تراویح واذان عثمانی

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اپنی کتاب راہ اعتدال کے مقدمہ بہ عنوان ''سخن ہائے گفتنی'' میں اور کتاب کے صفحہ ۲۶ پر لکھتے ہیں۔

ماحیان بدعت (غیر مقلدین) حضرت عثمانؓ کی طرف بدعت کی نسبت کرنے میں بھی تامل نہیں کرتے تراویح کی بیس رکعتیں بدعت عمری، اور جمعہ کی اذان ثانی بدعت عثمانی''

نعوذ باللہ! مولانا کا اہلحدیثوں پر یہ بہت بڑا بہتان ہے، اہل حدیث بھلا ایسی بات کیسے کہہ سکتے ہیں، ان کے سامنے تو یہ حدیث ہے: ''حدثنا عثمان بن عبید الله الطلحی الکوفی ثنا جعفر بن حمید ثنا یعقوب بن عبد الله القمی عن عیسی بن جاریه عن جابر بن عبد الله قال صلیٰ بنا رسول الله ﷺ فی شهر رمضان ثمان رکعات وأوتر ''(طبرانی)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ: ہم کو رسول اللہ ﷺ نے رمضان کے مہینہ میں آٹھ رکعات نماز پڑھائی اور وتر پڑھایا۔

علامہ جلال الدین سیوطی رسالہ ''المصابیح فی صلوة التراویح ''صفحہ ۴۰ میں فرماتے ہیں ''قال ابن الجوزی عن مالك انه قال الذی جمع علیه الناس عمر بن الخطاب أحب الیّ وهو احدیٰ عشرة رکعة وهی صلوة رسول الله ﷺ : قیل له احدیٰ عشرة رکعة بالوتر؟ قال: نعم: قال: ولا أدری من أین أحدث هذا الرکوع الکثیر''